محاسبہ نفس بہترین نگرانی ہے

(فرمودہ ۲ مئی ۱۹۳۰ء)

۲ مئی ۱۹۳۰ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے خواجہ علی صاحب کا نکاح قاضی امیر حسین صاحب محدث کی لڑکی مسماۃ بشریٰ بیگم صاحبہ کے ساتھ ایک ہزار روپیہ مہر پر پڑھا۔ لے

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

انسانی فطرت ہمیشہ ہی ایک نگران کی محتاج رہتی ہے اور جب تک کہ انسان اعلیٰ درجہ کا کمال حاصل نہیں کرلیتا وہ ہمیشہ کسی دوسرے محافظ کا محتاج ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے دنیا میں جس قدر کام ہوتے ہیں ان میں ہر طبقہ کے کارکنوں کے لئے ان کے مناسب حال کچھ نگران مقرر کئے جاتے ہیں۔ مثلاً چپراسیوں کے اوپر ایک داروغہ ہوتا ہے جو ان کی نگرانی کرتا ہے لیکن داروغہ کو دیکھ کر کبھی کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ جس شخص پر اعتبار کیا گیا ہے کہ وہ بیسیوں مزدوروں کی نگرانی کرے گا اس کی نگرانی کے لئے کسی اور کی کیا ضرورت ہے بلکہ داروغوں کے بھی نگران مقرر کئے جاتے ہیں۔ ایک عمارت کی مثال لے لو۔ مزدوروں پر داروغے ہوتے ہیں ان کی نگرانی کے لئے سب اوورسیئر مقرر کردیئے۔ اب ان کی نگرانی کی کیا ضرورت ہے بلکہ ان کے اوپر بھی اوورسیئر مقرر کئے جاتے ہیں اور پھر یہ خیال نہیں کیا جاتا کہ اوورسیر کی نگرانی کافی ہے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں بلکہ ان کے اوپر سب ڈویژنل افسر ہوتے ہیں اور ان کے اوپر ایگزیکٹو انجینئر اور پھر نگرانی کے لئے چیف انجینئر ہوتا ہے۔ یہی حال دوسرے محکموں کا ہے محکمہ مال میں پٹواری ہوتے ہیں اور ان کے اوپر گرداور اور پھر نائب

تحصیلدار، تحصیلدار، افسر مال، ڈپٹی کمشنر، کمشنر، گورنر اور پھر گورنر جنرل ہوتا ہے اور کسی مقام پر بھی یہ خیال نہیں کیا جاتا کہ یہ خود نگران ہے۔ ان کی نگرانی کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ یہ بات انسانی فطرت میں داخل ہے کہ وہ دوسرے کی نگرانی بخوبی کر سکتا ہے لیکن اپنی نگرانی میں سستی کر جاتا ہے۔ اور یہ امر زبردست ثبوت ہے اس بات کا کہ انسان کو ایک ایسے نگران کی ضرورت ہے جو اپنی ذات میں کامل ہو اور کسی کے سامنے جوابدہ نہ ہو۔ اگر کسی ایسی ہستی کے بغیر بھی نگرانی کا کام پوری طرح ہو سکتا تو اتنے نگران مقرر کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ ایک پر ہی اکتفاء کیا جا سکتا تھا لیکن یہ شُبہ ہی رہتا کہ شاید فلاں کو مقرر کر دینے سے نگرانی ٹھیک طرح نہ ہو سکے اس لئے اس پر اور نگران مقرر کرنا چاہئے اور یہ شُبہ ایسا ہی ہے جیسے کہتے ہیں ایک وہمی نماز کے لئے نیت باندھتا تو اسے خیال ہوتا۔ شاید نیت ٹھیک نہ باندھی گئی ہو۔ ایک احمدی کے لئے تو یہ بات ایک مشغلہ سے زیادہ وُقعت نہیں رکھتی کیونکہ اس کی نیت تو بیعت کے بعد ایسی درست ہو جاتی ہے کہ پھر اسے باندھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن دوسرے لوگوں کو شبہ ہی رہتا ہے کہ خبر نہیں نیت ہوئی ہے یا نہیں۔ ان کی نیت دماغ کے فکر سے نہیں ہوتی جیسے ہر مؤمن کی ہوتی ہے بلکہ ایک خاص عادت کے ماتحت ہوتی ہے اور خاص الفاظ میں وہ اسے ادا کرتے ہیں۔ یعنی چار رکعت نماز فرض "پیچھے ایس امام دے" وہ شخص جب یہ کہتا تو اسے یہ خیال آتا میرے آگے اور لوگ بھی کھڑے ہیں۔ شاید نیت ٹھیک نہ ہوئی ہو اس لئے وہ لوگوں کو چیرتا ہوا اگلی صف میں آجاتا۔ پھر وہاں اسی طرح کہتا لیکن پھر خیال آتا اور لوگ بھی کھڑے ہیں شاید اب بھی نیت ٹھیک نہ ہو۔ وہ سب سے اگلی صف میں آکر کھڑا ہو جاتا وہاں انگلی سے اشارہ کر کے کہتا "پیچھے ایس امام دے" لیکن پھر یہ خیال آتا شاید اشارہ ٹھیک نہ ہو اور انگلی ٹیڑھی ہو گئی ہو اس لئے امام کی پیٹھ کو ہاتھ لگا کر کہتا پھر خیال کرتا شاید میرا ہاتھ ٹھیک طرح سے نہ لگا ہو۔ پھر زور سے مارتا حتیٰ کہ وہاں مارکٹائی شروع ہو جاتی۔

ہم لوگ اس شخص پر ہنستے اور کہتے ہیں وہ پاگل تھا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہی جنون ہمارے ہر کام میں کار فرما نظر آتا ہے۔ ہم ایک کام کے لئے ایک نگران پر نگران مقرر کرتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ ہمارا واہمہ تھک کر چُور ہو جاتا ہے اور ہم اور نگرانوں کا تقرر اس لئے بند نہیں کر دیتے کہ اس کی ضرورت نہیں سمجھتے بلکہ اس لئے کہ مقرر کر نہیں سکتے اور یہ جذبہ ثبوت ہے اس بات کا کہ ایک کامل نگران کی ضرورت ہے جو اپنی ذات میں کسی اور کی

نگرانی کا محتاج نہ ہو جس پر سستی طاری نہ ہوتی ہو اور جس کی صفات دوسروں کے فائدہ کے لئے جاری ہوتی ہوں۔ انسان کی یہ فطرت خدا تعالیٰ کی ہستی پر شاہد اور دلیل ہے ہاں اسکے عکس اور ظل کے طور پر جب انسان اپنے آپ کو اس کے رنگ میں رنگین کرلیتا ہے تو ایک حد تک وہ بھی کمال حاصل کرلیتا ہے اور ایسے ہی لوگوں کے لئے شَاھِدًا کا لفظ قرآن شریف میں استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی وہ بھی نگران ہو جاتا ہے اور حقیقی شاہد ہوتا ہے۔ وہ داروغہ کی طرح نہیں کہ اس پر سب اوورسیئر مقرر کئے جائیں بلکہ وہ شاہد کامل ہوتا ہے اس پر اور نگران نہیں ہوتے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ [۲] کہ ہم انبیاء اس لئے نہیں بھیجتے کہ وہ کسی کی اطاعت کریں بلکہ وہ مطاع بنائے جاتے ہیں وہ چونکہ مظہر صفاتِ الٰہیہ ہوتے ہیں اس لئے ان پر اور نگران کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مشین کے طور پر کام کرتے ہیں۔ وہ اس لئے کوئی کام نہیں کرتے کہ خدا تعالیٰ دیکھ رہا ہے بلکہ اس خیال کے ماتحت کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں اسی لئے بنایا ہے۔ وہ مبعوث کہلاتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں ہدایت خلق کے لئے ہی کھڑا کیا ہے۔ ان کے اعمال کی علت غائی شکریہ ہوتی ہے۔ رسول کریم ﷺ سے حضرت عائشہؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ! ﷺ کیا خدا تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف نہیں کردیئے پھر آپ عبادت میں اس قدر مشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟ اس پر آپ نے فرمایا۔ ھَلْ لَآ اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا۔ [۳] یعنی میں جو کام کرتا ہوں وہ اس ڈر سے نہیں کرتا کہ اسے نہ کرنے کی صورت میں خدا تعالیٰ گرفت کرے گا بلکہ عبد شکور بننے کے لئے کرتا ہوں۔ تو نبی اور رسول شاہد کامل یا محافظ ہوتے ہیں۔

اور پھر انبیاء اور رُسل سے نیچے اتر کر بہترین نگرانی محاسبہ نفس ہے انسان دوسرے کے مال کی حفاظت اور نگرانی میں سستی کر سکتا ہے لیکن اپنے روپیہ پیسہ کی حفاظت سے وہ کبھی غافل نہیں ہو سکتا۔ اس کے ذاتی مفاد اسے مجبور کرتے ہیں کہ وہ اپنے حقوق کی پوری حفاظت کرے اور اس طرف پوری توجہ دے۔ خدا تعال فرماتا ہے۔ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ۔ [۴] یعنی اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہا کرو اور اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے رہا کرو انسان کو محاسبہ سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہئے۔

افسوس ہے کہ ہماری جماعت کے بعض دوست "تور اشنان سومور اشنان" کے مطابق

خیال کرلیتے ہیں کہ جماعت کے دوسرے افراد کام کررہے ہیں تو ہمارا فرض بھی ساتھ ہی ادا ہوتا جارہا ہے یا یہ کہ خلیفہ موجود ہے وہ خود کام کرے گا حالانکہ یہ خیال غلط ہے۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ اپنی ذمہ داریوں کو خود محسوس کرے اور اپنے نفس کے محاسبہ سے کبھی غفلت نہ کرے بہترین طریق پر وہی کام ہو سکتا ہے جو انسان خود اپنے نفس کا محاسبہ کرکے کرتا رہے اور بہترین نگرانی محاسبہ نفس ہی ہے۔

یا پھر انبیاء کی ذات ہوتی ہے جو اپنے تازہ نشانات سے لوگوں کے اندر اس قدر استعداد پیدا کردیتی ہے کہ ان کے اندر نفس کے محاسبہ کی طاقت خود بخود پیدا ہو جاتی ہے اور ان کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی تازہ وحی کو دیکھ کر انسان کے ایمان میں اس قدر قوت پیدا ہو جاتی ہے جو دوسرے کے وعظ و نصیحت یا خطبات سے ہرگز نہیں ہو سکتی اور انبیاء کے زمانہ میں اس قوت کا پیدا کرلینا نسبتاً آسان ہوتا ہے لیکن انبیاء کی وفات کے بعد انسان کو بہت زیادہ جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے۔

حضرت عمرو بن عاص جب فوت ہونے لگے تو بہت روئے۔ آپ کے لڑکے نے کہا آپ نے اسلام کی بہت خدمت کی ہے اور اللہ تعالیٰ یقیناً اس کا اجر آپ کو دے گا پھر رونے کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ عبداللہ ایک وقت وہ تھا جب رسول کریم ﷺ کی مخالفت میں مَیں انتہائی درجہ پر تھا اور مجھے آپ سے اس قدر عناد اور بغض تھا کہ میرے نزدیک آپ سے زیادہ مغضوب انسان دنیا کے تختہ پر اور کوئی نہ تھا اور میں نے کبھی پسند نہیں کیا تھا کہ آپ کے چہرہ کی طرف دیکھوں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے میری آنکھیں کھول دیں اور میں ایمان لایا تو آپ کا عشق میرے اندر اس قدر بڑھا کہ میں رُعب اور جلال کی وجہ سے آپ کی شکل نہ دیکھ سکتا گویا ساری عمر میں نے جی بھر کر آپ کے چہرہ کو دیکھا ہی نہیں۔ پہلے تو عداوت اور بغض کی وجہ سے اور پھر محبت و عشق کی وجہ سے نہ دیکھ سکا۔ حتیٰ کہ آپ وفات پاگئے اور اگر کوئی شخص مجھ سے آپ کا حلیہ مبارک دریافت کرتا تو میں اسے نہیں بتاسکتا۔ اس وقت ہی اگر میں فوت ہو جاتا تو اچھا ہوتا کیونکہ اب دوری اور بُعد کی وجہ سے معلوم نہیں کس قدر غلطیاں ہم سے سرزد ہو چکی ہیں۔ [۵]

یہ تو ان لوگوں کا حال ہے جنہوں نے رسول کریم ﷺ کی صحبت سے فیض حاصل کیا پھر جو بعد میں پیدا ہوئے، بعد میں زندہ رہے اور بعد میں عمریں گزاریں ان کا کیا حال ہو گا۔ سوائے

اس کے کہ وہ نبی کے جانشین اپنے نفس کے اندر پیدا کریں اور وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ کے ارشاد ربانی پر عمل کریں۔ دنیا پتھر کے بت بناتی ہے حالانکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے کوئی ہدایت نہیں۔ پھر کتنا افسوس ہوگا کہ ہم باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ نے ایک زندہ محاسب بنانے کا مصالحہ ہمارے لئے فراہم کیا ہو مگر ہم اس سے فائدہ نہ اٹھائیں حالانکہ یہی وہ چیز ہے جو انسان کو راستی پر قائم رکھ سکتی ہے اور جس سے انسان کی نجات وابستہ ہے۔ ازدواجی زندگی میں محاسبہ کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرف توجہ دلانے کے لئے اس موقع پر یہ آیت پڑھی جاتی ہے جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔

(الفضل ۹۔ مئی ۱۹۳۰ء صفحہ ۵، ۶)

۱؎ الفضل ۶۔ مئی ۱۹۳۰ء صفحہ ۱

۲؎ النساء : ۶۵

۳؎ بخاری کتاب التفسیر باب قوله یُغفر الله لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر...... کے تحت اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ "افلا احب ان اکون عبدا شکورا"

۴؎ الحشر: ۱۹

۵؎ مسلم کتاب الایمان باب کون الاسلام یهدم ما قبله و کذا الحج والهجرة